

پروگرام کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے اتنے پیسے چاہئیں۔ وہ آپ کو نہیں دے گا، کیونکہ وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ اُس کام پر تو ثواب ملے گا، لیکن اس کام پر ثواب نہیں ملے گا۔ حالانکہ یہ ثواب ہی نہیں ہے، بلکہ اس کا فرض ہے۔ جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا کہ یہ نفقہ ہے اور نفقہ سب مسلمانوں کے ذمہ میں فرض ہے۔ جس نے اپنے آپ کو علم دین کے لیے وقف کیا ہے، اس کے اخراجات کو اٹھانا، یہ فرض کفایہ ہے۔ اور جو میں نے فہرست ذکر کی ہے جس میں کوئی بھی تعیش نہیں ہے، کم از کم ان حوالوں سے اسے فارغ البال کرنا فرض کفایہ ہے۔ فرض کفایہ اسے کہتے ہیں کہ افراد پر تو عائد نہیں ہوتا لیکن بحیثیت معاشرہ پورے معاشرے کی طرف جو فرض متوجہ ہو، وہ فرض کفایہ ہے۔ ہم نے اس فرض کفایہ کا احساس لوگوں کے اندر پیدا نہیں کیا۔ یہ ہماری ایک کوتاہی ہے۔ اس حوالے سے شعور پیدا کرنے کی اور لوگوں کو صحیح صورت حال سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اس مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہماری ضرورت سے جو زائد فضلاء ہیں، وہ ظاہر ہے مسجدوں، مدرسوں میں کبھی کھپ نہیں سکیں گے، ان کے لیے متبادل راستہ کیا ہو؟ تو بہت سارے راستے ہو سکتے ہیں۔ سب سے اہم جوان کے لیے راستہ ہے، جوان کی سند کے ساتھ زیادہ مطابقت رکھتا ہے، وہ تو یہی ہے کہ کسی جگہ ملازم بن جائے۔ مثلاً سرکاری ملازمت یا پرائیویٹ اداروں میں ملازمت۔ اس کے لیے ہمیں ابتداء ہی سے اپنے نظام تعلیم میں اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ جو چیز ہمارے اختیار میں نہیں ہے، اس کو چھوڑ کر جتنا ہم کر سکتے ہیں، اس کے اعتبار سے اپنے بچوں کو ابتداء ہی سے اس کے لیے تیار کریں، تاکہ ان کے لیے شروع ہی سے راستے کھل جائیں۔ اس کے لیے ظاہر ہے کہ مدرسے سے باہر ملازمتوں کے لیے کاغذ کے ٹکڑے چلتے ہیں، شوقیٹ چلتے ہیں۔ آپ کے پاس میٹرک کی سند ہے یا نہیں، ایف اے ہے یا نہیں، بی اے ہے یا نہیں، آپ کے پاس فلاں سند ہے یا نہیں۔ یہ کاغذ کے ٹکڑے چلتے ہیں۔ تو اگر تھوڑی سی محنت کر کے یہ کاغذ کے ٹکڑے حاصل کر لیں تو یہ لوگ بہتر جگہ پر پہنچ جائیں گے اور آپ کے مدرسے کا فارغ التحصیل جب بہتر جگہ پر موجود ہوگا اور کوئی بھی فارغ التحصیل بے روزگار نظر نہیں آئے گا تو لوگوں کے اندر رغبت پیدا ہوگی کہ وہ اپنے بچوں کو مدارس کی طرف بھیجیں۔ وگرنہ لوگ اگر مدرسوں سے فارغ ہو کر نکلنے والے بکثرت طلباء کو فارغ دیکھیں گے تو مدرسوں کی طرف تعداد کا جو رخ ہے، وہ کم ہو سکتا ہے، اللہ ہمیں ایسے وقت سے بچائے۔

ایک تو تعلیم میں اس چیز کو ہم شامل کریں اور مجھے توقع ہے کہ الشریعہ اکادمی نے جو یہ پہلا قدم اٹھایا ہے، اس حوالے سے یہ قدم اٹھاتی چلی جائے گی کہ ملازمت کے حوالے سے ہم اپنے فضلاء کو کیا راہ نمائی فراہم کر سکتے ہیں اور کن کن راستوں پر ہم انہیں ڈال سکتے ہیں۔ ایک تو مساجد و مدارس کا کام ہے، اصل کام تو ظاہر ہے علماء کا یہی ہے۔ لیکن ہمارے پاس ان کاموں کے لیے ضرورت سے زیادہ تعداد موجود ہے، اس لیے ہمیں دوسری طرف بھی رخ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے چند باتیں میں آپ حضرات کی خدمت میں عرض کر کے اجازت چاہوں گا۔ میں بہت ہی اختصار کے ساتھ جو اصل روزگار اور متبادل روزگار ہیں، ان کا ذکر کر رہا ہوں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے، صبح کی مجلس میں بھی کئی حضرات نے کہی اور یہ حقیقت بھی ہے کہ ہماری جو واقفوں کی سند ہے، وہ درحقیقت ایم اے نہیں بلکہ مساوی ایم اے ہے اور دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ایم اے کی سند کے پیچھے کوئی نہ کوئی قانون کھڑا ہوتا ہے، مثال کے طور پر کسی بورڈ نے آپ کو میٹرک یا ایف کی سند دی ہے یا کسی

یونیورسٹی نے ایم اے کی ڈگری دی ہے تو وہ بورڈ کسی قانون کے تحت وجود میں آیا ہوتا ہے، وہ یونیورسٹی کسی قانون یا آرڈیننس وغیرہ کے تحت وجود میں آئی ہوتی ہے۔ ہر کسی کے لیے اس کو ایم اے ماننا ہی پڑتا ہے۔ باقی آپ کی صلاحیت کی بنیاد پر ہے کہ آپ کو کوئی قبول کرے یا نہ کرے، یہ ان کا اختیار ہے۔ لیکن کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ ایم اے نہیں ہیں، لیکن جب مساوی ایف اے، مساوی ایم اے سند لے کر جائیں گے تو اس میں بہت ساری جگہوں پر صوابدیدی اختیارات آجاتے ہیں۔ ہر ادارے کے اپنے صوابدیدی اختیارات ہیں، قانوناً اس کو بی اے، ایم اے ماننا ضروری نہیں ہوتا۔

اس لیے اگر ہم اس لائن میں جانا چاہتے ہیں تو میں کہا کرتا ہوں کہ واتوا البیوت من ابوابھا یہ مساوی سند ایک بھیک ہوتی ہے۔ اگر ہمیں ایک کام کرنا ہی ہے تو بھیک مانگ کر کرنے کی بجائے اس راستے سے آئیں جس میں کوئی ہمیں روک نہ سکے، کوئی ہمیں چیلنج نہ کر سکے۔ تب آپ کہہ سکتے ہیں جو کاغذ کا ٹکڑا کسی اور کے پاس ہے، وہی میرے پاس ہے۔ اس کے پاس ایک یونیورسٹی کے کاغذ کا ٹکڑا ہے، میرے پاس بھی ایک یونیورسٹی کے کاغذ کا ٹکڑا ہے۔ اور یہ کوئی زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔ سب سے زیادہ مشکل مرحلہ میٹرک کا ہوتا ہے کیونکہ اس میں سائنس بھی پڑھنی پڑتی ہے، ریاضی بھی اور انگلش بھی پڑھنا پڑتی ہے۔ اس کے بعد جو مشکل لازمی مضمون رہ جاتا ہے، وہ صرف انگلش کا رہ جاتا ہے۔ انگلش زبان کا آنا ویسے ہی اچھی بات ہے۔ جتنی زبانیں آدی کو آتی ہوں، اتنا اس کے علم میں اضافہ ہوتا ہے، اتنا ہی اس کے مطالعے میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تو جو آپ چاہیں، آسان آسان مضمون منتخب کر سکتے ہیں، ایف اے کر سکتے ہیں، بی اے کر سکتے ہیں، آسانی سے آگے جاسکتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ بہت سے فضلاء ایسے ہوتے ہیں جن کے اپنے گھر کے، اپنے آبائی کاروبار ہوتے ہیں۔ وہ کاروبار ایسے ہوتے ہیں جنہیں وہ آسانی سے سیکھ سکتے ہیں، ان کے لیے یہ سیکھنا کوئی مشکل نہیں ہوتا۔ تو ہمیں اس معاملے میں حوصلہ شکنی نہیں کرنی چاہیے۔ عام طور پر یوں ہوتا ہے کہ جو کسی دوسری طرف جانے لگے، ہم اس کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ لیکن اگر مدرسے کی طرف آئے گا تو مدرسے میں اس کے لیے جگہ نہیں ہے، تو پھر آخر وہ کہاں جائے؟ فرض کریں ایک صاحب، فاضل ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مجھے جامعہ امدادیہ میں رکھ لیں۔ میں کہتا ہوں کہ میرے پاس جگہ نہیں ہے۔ یہ کہتے ہیں، اچھا پھر میں اپنی دکان ڈال لیتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ تم دکان ڈالو گے تو میں تم سے ناراض ہو جاؤں گا، مجھ سے ملنے کے لیے نہیں آنا کہ تم نے دین کی لائن چھوڑ دی ہے۔ تو پھر آخر وہ کہاں جائے؟ تو جو شخص اپنے آبائی کاروبار میں آنا چاہتا ہے، اس سے بہتر کوئی اور چیز اس کے لیے نہیں ہے۔ اگر وہ مسجد و مدرسے کی لائن میں نہیں رہ سکتا تو وہ چیز ایسی ہے کہ وہ اسے آسانی سے سیکھ سکتا ہے۔ پھر اس کا جو خاندان ہے، اس اس کی ایک سماجی سطح ہے اور ظاہر ہے کہ جو اس کا رشتہ ہوگا، وہ بھی اسی سطح کی کسی جگہ پر ہوگا۔ آپ اسے اس بات پر مجبور کریں کہ چند ہزار کی تنخواہ پر گزارہ کرو اور اپنی بیوی کو بھی اس کا قائل کرو، تو ظاہر ہے کہ یہ اس کے لیے مشکل ہوگا۔

کچھ چیزیں وہ ہوتی ہیں جن کا تعلق ڈگریز سے ہے کہ آپ نے ایم اے کر لیا، ایم فل کر لیا، پی ایچ ڈی کر لی۔ یقیناً یہ ڈگریز بھی آپ کے لیے بہت سارے راستے کھولتی ہیں۔ مزید سیکھنے کے راستے بھی کھولتی ہیں اور آپ کے لیے روزگار کے راستے بھی کھولتی ہیں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ روزگار کی جو مجموعی صورت حال ہے، ہمارے ملک میں وہ